عربی زبان سیکھنے کیلئے قرآن مجید کافی ہے

(جناب نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان المکلا)

عربی زبان کا سیکھنا میرے خیال میں اردو دان کے لئے آسان ہے لیکن اس کو مشکل کر دیا گیا اور سمجھ لیا گیا ہے۔ یا یوں کہئے کہ ایسا طریقہ تعلیم ہندوستان میں رائج نہیں ہے جس کے ذریعہ سے اس زبان کو سہل طریقہ سے سیکھا اور سکھایا جا سکے۔ برخلاف اس کے عربی سیکھنے والے مبتدی کا شروع ہی سے منشعب۔ صرف میر اور کافیہ وغیرہ پڑھا کر دماغ پریشان کر دیا جاتا ہے اور پھر بھی اکثر فارغ التحصیل لوگ عربی زبان لکھنے اور سمجھنے پر قادر نہیں ہوتے اور یہ سب عربی طریقہ تعلیم کا نقص ہے، عربی زبان کا کوئی قصور نہیں۔

میرے خیال میں قرآن مجید عربی زبان کے سیکھنے کے لئے کافی ہے اور پھر قرآن میں یہ کمال ہے کہ آج کل کی عربی کے اکثر الفاظ اور طرز تحریر کے لوازمات اس میں موجود ہیں۔ الفاظ مستعمل کا ایک اچھا خاصہ اس کے اندر ذخیرہ ہے جو بلیغ بھی ہے اور سہل بھی۔ آپ مقامات حریری یا دیوان متنبی وغیرہ پڑھیں تو اس کے اندر کے غیر مانوس اور غیر مستعمل الفاظ پر شاید ہی عبور حاصل کر سکیں گے۔ اس پر بھی شعراء ادبیات کی حد تک ہی کچھ فائدہ ممکن ہے لیکن قرآن کی عبارت برعکس اس کے ایسی ہے کہ جو عام فہم ہونے کے علاوہ موجودہ زمانہ کے مروجہ الفاظ پر بھی مشتمل ہے اور اکثر کام کے الفاظ قرآن میں ایسے موجود ہیں جن کو آپ ہر تحریر و تقریر میں آسانی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں۔ الغرض قرآن مجید جیسا کہ چشمہ نور و ہدایت ہے ایسا ہی عربی زبان کا معلم اور تحریر و تقریر اور کاروبار کے لئے ہر زمانہ کے واسطے ایک فصیح اور مکمل لغات بھی۔

اردو دان کے لئے عربی زبان کے آسان ہونے کی ایک مثال یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ سورہ فاتحہ جو قرآن شریف کا پہلا سبق ہے اس میں صرف چھ لفظ ایسے ہیں جن کے معنی سے ایک حد تک اردو دان ناواقف ہو سکتے ہیں اگرچہ ان کے مصدری معنی کو ضرور جانتے ہیں لیکن اس سبب سے کہ ان کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں یہ الفاظ نامانوس معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کو یہ طریقہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح ہر ایک لفظ کی اصلی صورت پہچانی جاتی ہے تو وہ فوراً ان چھ لفظوں کے معانی بھی سمجھ جا ئیں اور اگر ایسا ہے تو کیا یہ عربی زبان اور قرآن کے آسان ہونے کی کافی دلیل نہیں۔

الفاظ کی تین قسمیں

مذکورہ ہر سہ اقسام کے الفاظ کی تشریح یہ ہے کہ الفاظ غیر مفہوم سے مراد وہ الفاظ ہیں جو نا قابل فہم ہیں دوسرے الفاظ منقلبہ ہیں جن کو مصدری شکل میں لایا جائے تو اس کے معنے سمجھ میں آ سکتے ہیں اور تیسرے وہ الفاظ مستعملہ ہیں جو اردو زبان میں عام طور پر مستعمل ہیں

الفاظ غیر مفہومہ

لفظ ۔	ال ۔	ل ۔	ایاك ۔	نا ۔	الذین ۔	علیہم
معنی ۔	سب ۔	واسطے ۔	تجھ ہی کو ۔	ہم ۔	جو۔جس	اُن پر

الفاظ منقلبہ اور اُن کے مصادر

لفظ	معنی	عربی مصدر	اردو مصدر
نعبد	ہم عبادت کرتے ہیں	عبادۃ	عبادت کرنا

نستعین	ہم مدد طلب کرتے ہیں	استعانۃٌ	مدد طلب کرنا
اِھْدِ	ہدایت کر۔ دکھا	ھِدایۃٌ	ہدایت کرنا۔ راستہ دکھانا
انعمت	نعمت دی تو نے	انعامًا	نعمت دینا
مغضوب	جس پر غضب کیا گیا ہو	غضبًا	غضب کرنا
ضاۤلین	جمع ہے ضال کی۔ گمراہ	ضلالۃً	گمراہ ہونا

اردو زبان کے مستعملہ الفاظ

حمد	حمد	رب	رب	عالم	عالم
رحمٰن	مہربان	رحیم	رحم والا	مالک	مالک
یوم	یوم	دین	دین۔ بدلہ	صراط مستقیم	سیدھا راستہ

ال۔ لفظ حمد۔ عالمین۔ رحمٰن اور رحیم کے اوپر آیا ہے اور اسم کو خاص کر دینے کا فائدہ دے رہا ہے۔ انگریزی میں   ال کے معنے میں آتا ہے مگر اردو میں اس کے کئی معنے ہیں۔

حمدُ کی دال کے مضموم ہونے کا سبب ہے کہ جملہ کی ابتدا اسی اسم سے ہوتی ہے پس جو اسم جملہ میں پہلے آئے گا وہ اس قاعدے کے مطابق ضرور مضموم ہوگا جیسا کہ الحمدُ اور اسی کو مبتدا بھی کہتے ہیں۔

لِ۔ کو حرفِ جر کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے بعد جو اسم آئے گا وہ مکسور ہوگا جیسا کہ لِلّٰہِ پس لِ کو اور اسی طرح کے دوسرے حرفوں کو حروف جار کہتے ہیں اور جن پر یہ آتے ہیں اس کو مجرور کہا جاتا ہے۔ اب اَلحمدُ لِلّٰہِ ایک جملہ ہے جس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں فعل

نہیں آیا ہے۔ "ہے" جو اردو میں حرفِ ربط کہلاتا ہے اس کے لئے عربی جملہ میں کوئی حرف نہیں بلکہ محذوف رہتا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے معنے ہوئے سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔

فعل ماضی مجرد کی شناخت

فَعَلَ۔ فعل ماضی مذکر غائب کا وزن ہے اس کے معنیٰ ہوں گے کیا (اُس نے) اور دوسرے تمام افعال جو اس وزن پر آئیں گے ان کے معنے بھی فعل ماضی ہی کے ہوں گے۔ مثلاً ضَرَبَ نَصَرَ۔ فَتَحَ وغیرہ۔

فَعَلَ کے عین کی حرکت بدلتی رہتی ہے جیسے فَعِلَ فَعُلَ مثلاً عَلِمَ اور حَسُنَ کہ یہ بھی فعل ماضی ہی کے صیغے ہیں۔

فعل ماضی مزید

مزید فیہ کی حرکتوں میں اختلاف نہیں ہوتا جیسا کہ اِسْتَفْعَلَ ہمیشہ اِسْتَفْعَلَ ہی رہیگا اور مصدر بھی اس کا ہمیشہ ایک ہی وزن پر آئے گا اس باب کا مصدری وزن اِسْتِفْعَال ہے۔ اِسْتَفْعَال کا وزن بھی نہیں بدلتا۔ اس وزن پر جو فعل آئیں گے وہ فعل ماضی ہونگے اور اس کا مصدر ہمیشہ (اِسْتِفَالَۃ) کے وزن پر آئے گا جیسے استعان، استعانۃ استعانت، استعانۃ۔

لہ حقیقت میں استعانۃ عربی میں کوئی عربی ابواب افعال کا وزن نہیں۔ یہاں سہولت کے لحاظ سے فرض کر لیا گیا ہے۔

لفظ کی اصلی شکل

اب ہم اس راز کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں جس سے لفظ کی اصلی شکل پہچانی جا سکے۔ مصدر فعل کی اصلی شکل ہے اور بہت سے عربی کے افعال ایسے ہیں جن کے مصدر کے معنے اردو دان جانتے ہیں اور جن کے لئے الفاظ منقلبہ کی مثال اوپر گزر چکی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ الفاظ منقلبہ سے اس کی مصدری صورت کس طرح بنائی جائے۔ عربی میں زیادہ تر وزن سے کام لیا گیا ہے۔ وزن کا یہ مطلب ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ کے وزن پر بہ لحاظ ان کے اصلی حروف کے وزن میں لایا جائے۔

الفاظ ثلاثی جو تین حرفوں سے مرکب ہوتے ہیں وہ مجرد فیہ کہلاتے ہیں اور مجرد فیہ کے سارے حروف اصلی ہوتے ہیں۔ اور زمانہ ماضی کی شکل تین حرفوں سے کم میں نہیں ہوتی اور تین حرفوں پر جو حروف زیادہ ہو جاتے ہیں وہ افعال کے اوزان مزید فیہ کہلاتے ہیں۔

قرآن کے الفاظ اگر جسم ہیں تو معنی روح اور اس پر عمل کرنا اس کے خوشنما زیور سے کم نہیں۔
قرآن کے الفاظ اگر پھول کی پنکھڑیاں ہیں تو اس کے معانی و مطالب بمنزلہ رنگ و بو کے ہیں۔
قرآن کے الفاظ اگر سیاہ نقوش میں نمایاں ہیں تو اس کے اندر جو معانی و مطالب ہیں انھیں نور کی شکل میں پنہاں سمجھنا چاہیئے۔

آہ! اے قرآن تو کتنا بلند مرتبہ اور کتنا اعلیٰ و ارفع مقام والا ہے، جس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہمارے مادی ہاتھ تجھ کو مس کر رہے ہیں:-

"مصلح"